

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## اشارات

قرآن کا پیغام بارہ اسباق میں

قرآن نا آشنا آدمی کا رویہ زندگی کے شہر میں کچھ اسی طرح کا ہوتا ہے جیسے کوئی نادان دیہاتی کسی بڑے شہر میں جا پہنچے۔ وہ حیرت زدہ اور مبہوت بھی ہو، سر بھرا اور غلط جسامتوں کا مرتکب بھی۔ کبھی وہ آوارگی کرتا پھرتا ہے، کبھی مانے طریقے سے تفریح کرتا ہے یا لامبالی پن سے انسانوں اور عمارتوں پر نظر ڈالتا ہے، کبھی دنگے فساد پر اتر آتا ہے تو کبھی خواتین سے بدتمیزی کر گزرتا ہے، کبھی اداروں، دفاتروں اور عمارتوں میں غلط طور پر جا گھستا ہے، کبھی ٹریفک کے قواعد کی خلاف ورزی کرتا ہے، کبھی آنکھیں بند کر کے بھاگتا ہوا سڑک پار کرتا ہے۔ غرض قدم قدم پر اپنے اور دوسروں کے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے۔ بسا اوقات پولیس کے ہتھے چڑھ جاتا ہے، کبھی عدالت میں لے جایا جاتا ہے، کبھی جیل کی ہوا بھی کھا آتا ہے اور پھر کسی ناخوشگوار تجربے کے بعد بے بسی کے عالم میں بیٹھ کر نازداروں نے لگتا ہے مگر وہ سمجھ نہیں پاتا یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ کیوں ہے؟

فرض کیجیے اسی طرح کے کسی نادان نووارد کو آپ کسی جگہ پر نشان دختہ حال دیکھتے ہیں یا کسی سڑک پارک میں بے بسی سے روتا پاتے ہیں۔ آپ اس کے قریب چلے جاتے ہیں ہمدردی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کی درد بھری کتھا سنتے ہیں۔ پھر اسے پیار سے سمجھاتے ہیں۔ عزیز من! اس شہر کی ایک حکومت ہے، اس کا ایک انتظام ہے اس شہر میں رہنے اور اس کی چیزوں سے فائدہ اٹھانے اور اس کی بارگاہی عمارتوں اور گاہوں کو استعمال کرنے کے کچھ ضابطے

ہیں۔ یہاں کے انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنے اور تعلق رکھنے کے کچھ آداب مقرر ہیں، ان کو اگر نہیں جانو گے اور ان کا اگر لحاظ نہیں رکھو گے تو بار بار اذیت اور نقصان اٹھاؤ گے۔ ان کو سمجھ لو اور قبول کر لو تو کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ لیکن تمہیں بتاؤں کہ یہاں حکومت کس کی ہے۔ یہاں کے قوانین اور آداب کیا ہیں اور یہاں کا اخلاقی آئین کیا ہے۔

کچھ ایسا ہی ہمدردانہ اور خیر خواہانہ معاملہ ہے جو قرآن غمزدہ پریشان حال اور آوارہ خیال انسان سے کرتا ہے۔

(۱)

قرآن کا بنیادی اور ابتدائی پیغام۔ یا سبقِ اقل انسان کے لیے یہ ہے کہ یہ دنیا جس میں تم آتارے گئے ہو یہ اندھی ٹکری نہیں ہے جس کا نہ کوئی راجہ ہو، نہ جس میں کوئی قانون و ضابطہ رائج ہو۔ یہاں تم شہر بے مہار بن کر کبھی امن و سکون نہیں پا سکتے۔ یہاں مادر پدر آزادی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ کائنات کسی کھنڈر بے بچے کا بنایا ہوا گھر و نڈا نہیں ہے۔ زندگی رام لیلیٰ کی طرز کا کوئی ناولک نہیں ہے۔ بے مقصد بھول بھلیاں بھی نہیں۔ یہ سلسلہ حوادث ایک حیرت خانہ امروز و فردا نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ایک اتفاقی حادثہ کا نتیجہ نہیں ہے۔ غرض تمہیں یونہی دل لگی کے لیے نیست سے ہست نہیں کہہ دیا گیا۔ تمہارے وجود اور زندگی دونوں کے لیے بڑی بھاری ذمہ داریاں ہیں۔

وہ لوگ زمین و آسمان (کے نظام) کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (اور پھر لپکا رہٹتے ہیں کہ) اے ہمارے رب تو نے یہ سب فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔

(آل عمران - ۱۹۱)

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی فضول پیدا کر دیا ہے۔

(المومنون - ۱۱۵)

(۲)

قرآن سلطنتِ الہی کے انجان شہری کو کچھ اور باقیں بتاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس چمن میں پھول ہی پھول نہیں ہیں، کانٹے بھی ہیں۔ یہاں نسیم سحری ہی نہیں چلتی، صرصر و سموم بھی چلتی ہے۔

یہاں نشیمن ہی نہیں، دام اور قفس بھی ہیں۔ یہاں خرمن ہی نہیں ہونے بجلیاں بھی گہ تی ہیں، یہاں غیر کے سامنے شرم بھی پایا جاتا ہے اور راحتوں کے سامنے دکھ بھی۔ یہاں زندگی اپنے کشتے دکھاتی ہے اور موت اپنا اپنا پارٹ ادا کرتی ہے۔ یہاں انسان اصدا کے دریاں گھرا ہوا ہے۔

یہاں ہر اقدام لازماً اچھی ہی سمت میں نہیں ہوتا بلکہ بہت سی جادہ پیٹیاں منزل مقصود سے دور تر بھی لے جاتی ہیں۔ یہاں رہنا اور رہن ایسے گھٹے ملے ہیں کہ آدمی کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ کس کا سامنے دے۔ یہاں ہر قدم پر ایک دوراں سامنے آتا ہے اور آدمی کو فوری فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ کدھر جائے۔

حق و راستی کی طرف لے جانے والے محرکاتِ خیر بھی ہیں اور محرکاتِ شر بھی، جن کے اثر سے بے شمار افراد بلندی کی طرف بھی جاتے ہیں اور بے شمار لوگ پستی کی طرف بھی لڑھکتے ہیں۔ اسی طرح اقوام ترقی بھی کرتی ہیں اور تباہ بھی ہوتی ہیں۔ دیکھو کتنے عالیشان تمدنوں کے مزار چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

اور تم سے پہلے کی قوموں کو (جو اپنے زمانے میں بد سر عروجِ محض) ہم نے

ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کی روش اختیار کی۔ (یونس - ۱۳)

وہ بتاتا ہے کہ یہ دنیا کوئی چھوٹ کی دنیا نہیں۔ یہ لاوارثا گھر نہیں ہے۔ یہاں کوئی خواہ لیا بچھا ہوا نہیں ہے، بلکہ یہ کسی کی ملکیت ہے جس کے قوانین گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ جہاں تم نے غلط قدم اٹھایا کوئی نہ کوئی قانون تمہیں گھیر لے گا۔ ایک نادیدہ قانونی قوت تمہارا احاطہ کر لے گی، اور تم اس کی پکڑ سے باہر نہ جاسکو گے۔

پھر جیسے، آپ اپنے شہر کے نووارد کو بتاتے ہیں کہ میاں یہاں ذرا چوکتا رہ کے چلو پھرو، یہاں جیب کترے اور ٹھگ، اٹھائی گیر بھی ہیں جو بھنگ یا نشہ آور مٹھائی کھلا کر نوواردوں پر ہلکا صاف کر جلتے ہیں۔ اسی طرح قرآن انسان کو آگاہ کرتا ہے کہ یہاں ابلیس اور اس کا لشکر جن میں شیاطین اتس بھی شامل ہیں، پھیلا ہوا ہے جو ہر بدی کو خوشنما اور رنگین و دل فریب بنا کر پیش کرتا ہے اور پھر چسکا کر کہ بہلا پھیل کر تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ قرآن انتباہ کرتا ہے کہ:-

شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (البقرہ - ۲۰۸)

یہ شیاطین بسا اوقات دوست اور ناصح بن کر آتے ہیں۔ بڑے غیر خواہانہ مشورے دیتے ہیں، اُمیدیں دلاتے ہیں، پُر اسرار طریق سے اپنی بات القا کرتے ہیں، بدترین معصیت کو روانہ اور لذت اور تفریح اور رنگینی سے آراستہ کر کے لاتے ہیں، بدترین مفاسد کو حکمت و فلسفہ کے موعوب کُن پیرانہ میں لپیٹ کر پیش کرتے ہیں اور پھر جب اُن کا شکار تباہی سے دوچار ہو جاتا ہے تو اُسے دھکا کر کے کہتے ہیں کہ اب اپنی حماقت کا نتیجہ مزے سے بھگنو۔ شیاطین کے سربراہ کا یہ چیلنج بھی ملاحظہ ہو کہ:-

پھر میں ان (انسانوں) کو آگ سے پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے گھیروں گا

(الاعراف - ۱۷)

قرآن کے خیر خواہانہ انتباہات سے ایک سلیم الفطرت آدمی یہ حقیقت پالیتا ہے کہ زندگی گزارنا کوئی کھیل نہیں ہے، یہاں تو ایک پُر خطر جنگل میں سے راستہ نکالنا ہے اور جو مختلف راستے نکلتے ہیں اور اُن کی طرف مختلف بلانے والے بلاتے ہیں، ان میں سے صحیح راستے کی شناخت کرنی ہے جو انسانی ارتقا کی آخری منازل تک لے جاسکے۔

(۳)

قرآن کے اس دوسرے سبب کے تقاضے سے تیسرا سبق اُبھرتا ہے اور ایک بیدار دل آدمی کا ذہن خود بخود ادھر منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ دنیا بچ بچا کے چلنے کی جگہ ہے، یہاں پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے۔ یہاں ہر مقام پر یہ طے کرنا ضروری ہے کہ صحیح کیا ہے؟ اور غلط کیا ہے؟ مدعا یہ کہ صحیح زندگی جیسی مل سکتی ہے جب کہ اس کے ساتھ تمیزِ خیر و شر کی کم از کم سنجیدہ کوشش پائی جائے، جو زندگی تمیزِ خیر و شر کی کوشش سے خالی ہو، وہ فلاح سے خالی رہے گی اور کبھی اچھے نتائج تک نہیں پہنچے گی۔

(۴)

قرآن شہرِ زندگی کے پریشان خیال فوار کو یہ احساس دلاتا ہے کہ دنیا کی گزرگاہ سے گزرنے والے مسافر کے لیے غفلت کے ساتھ اور عبرت سے بے نیاز مہر کو چننا درست نہیں ہے بلکہ بیدار عقل و متحرک ذہن

کھلے کانوں اور دیکھتی آنکھوں کے ساتھ ہی یہ دادی بخیر و خیر پاری کی جاسکتی ہے۔ اس کی نگاہ میں وہ لوگ فریضہ زندگی کو ادا کرنے میں بالکل ناکام ہیں جو ”مکرم“ عیٰ (بہرے گونگے اور اندھے) کی تعریف میں داخل ہیں۔ اور سنیے۔

یقیناً خدا کے نزدیک بدتر بن قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام

نہیں لیتے۔ (الانفال - ۲۲)

دوسری جگہ وہ اس ناکامہ عنصر کا تذکرہ یوں کرتا ہے :

ان لوگوں کے دل (دماغ) میں مگر یہ اُن سے سوچتے نہیں۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر یہ اُن سے دیکھتے نہیں۔ اُن کے کان ہیں مگر اُن سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔

(الاعراف - ۱۷۹)

وہ انسانوں کو تفکر اور تدبیر کا درس دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کائنات اور زندگی کی حقیقتوں سے متعلق آدمی کے دل میں سوالات پیدا ہوں۔ وہ اپنی حقیقت جلتے کے درپے ہو۔ وہ اپنا صحیح مقام دنیا میں متعین کرے کہ وہ کہاں کھڑا ہے۔ اس کا مرتبہ کیا ہے، اُس کا کس سے کیا تعلق ہے اور اُسے یہاں کیا روئے اختیار کرنا چاہیے۔

لیکن جو لوگ ان بنیادی مسائل کے بارے میں کبھی کاوش ہی میں نہ پڑیں کبھی ان کے دلوں میں کوئی سوال ہی نہ زندگی کی حقیقت کے بارے میں پیدا نہ ہو بلکہ کھانے کمانے، گھر بسانے، جنسی تسکین کے درپے ہیں۔

(۵)

عقل سے کام لے کر مطالعہ کائنات و حیات کا مشورہ دے کر قرآن پیچھے نہیں ہٹ جاتا بلکہ شہر زندگی کے مسافر کو ایک گائیڈ کی طرح اپنے ساتھ گھماتا ہے اور ایک ایک کر کے آیات حقیقت کو اس کے سامنے کھولتا ہے۔

وہ مونس و ہمد مبن کہ اس سے کہتا ہے کہ آؤ تمہارے ساتھ ہو کہ تمہیں کچھ دکھاؤں۔ پیارے انسان یہ دیکھتے ہو کہ سورج کس باقاعدگی سے مشرق سے نکل کر مغرب میں ہر روز ڈوبتا ہے اور چاند تاروں کی گردش دیکھو، دن اور رات کا اہل بدل دیکھو، موسموں کے چرخے کا گھاؤ دیکھو، یہ مقررہ

ڈھنگ سے چلنے والی ہوائیں، یہ ہواؤں کے دوش پر لگ کر آنے والے بادل اور پھر بادلوں کا کشیف بن جانا، یہ مردہ زمینوں کا زندہ ہونا، یہ ننھے ننھے بیجوں کا پھوٹنا۔ یہ نشوونما پانی فصلیں، یہ ہرے بھرے کھیت، یہ طرح طرح کے درخت، ان پر لگنے والے مختلف رنگوں اور ذائقوں کے پھل، یہ زمین پر بنے ہوئے راستے اور ان کو نمایاں کرنے والے نشانات، یہ سمندروں پر تیرتی کشتیاں، یہ پہاڑ جیسی اٹھتی موجیں، یہ کشتیوں اور طوفانوں کی کشاکش میں انسانی زندگی کا ڈالواں ڈول ہونا خود انسان کا اپنا نظام و دوت و پرورش، انسانوں کی شکلوں اور رنگوں اور بولیوں کا تفاوت، یہ تمہارے سامنے پھیلی ہوئی کتاب حقیقت کی روشن آیات ہیں۔ ان میں تم تین باتیں نمایاں دیکھتے ہو۔ ایک نظم و ترتیب دوسرے توافق اور تیسرے حسن و جمال اور وہ دریافت کرتا ہے۔

تو خدا کی پیدائش و صفت خلق میں کوئی نقص و کوتاہی نہ پائے گا۔ ایک بار ذرا نگاہ

ڈال، کیا اس نظام میں کوئی رخنہ نظر آتا ہے (الملک - ۳)

قرآن اپنے شاگرد کو بھیج کر دلاتا ہے کہ یہ تمام چیزیں قانون کی پابند ہیں اور ایک اقتدار میں جکڑی ہوئی ہیں۔ اتنے مجاہدی بھاری اجرام اور عالم طبعی کی طوفانی طاقتوں کو مضابط کی زنجیروں نے جکڑ رکھا ہے۔ اور وہ قوت برتر کے سامنے مطیع و منقاد اور مسلم عاجز بنی ہوئی ہیں۔

اور آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں پادنا چاہا اللہ ہی کی تابع فرمان (مسلم)

ہیں (آل عمران - ۸۳)

اس استدلال کے راستے قرآن آدمی کے ساتھ لیے اس شعور تک پہنچاتا ہے کہ نظم و ترتیب اور توازن و توافق اور قانون و مضابط اور حسن و جمال کے ساتھ چلنے والی اس دنیا میں جہاں پتہ پتہ، قطرہ قطرہ اور ذرہ ذرہ (اعداج کی معلومات کے مطابق) ایٹم کا ایک ایک برقیہ، ایک بندش میں جکڑا ہوا ہے۔ خود تم بھی نہ تو عملاً آزاد ہو اور نہ آزادی کا استحقاق رکھتے ہو اور نہ آزادی میں تمہارا بھلا ہے۔

یوں قرآن، شہر زندگی کے انجان نو وار کو گھماتے پھرتے اور یہاں کے احوال کا مشاہدہ کراتے کراتے اُس کے اندر غیر محسوس طور سے یہ احساس پیدا کر دیتا ہے کہ یہاں تمہارا مقام مالک اور حاکم و مقتدر کا نہیں ہے، بلکہ محکوم اور عبودیت کا ہے اور تمہاری خیر اسی میں ہے کہ اپنے آپ کو

”ایک مقتدر کی رضا کے حوالے کر دو۔“

(۶)

قرآن متذکرہ بالا سارے ابتدائی اسباق میں جن کا مقصد اصل سبق کے لیے مخاطب اور قاری کو تیار کرنا ہے۔ وہ درحقیقت ہدایت کی پیاس پیدا کرنا چاہتا ہے۔ بعد میں ہدایت کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ وہ پہلے طلب پیدا کرتا ہے پھر مطلوب کو سامنے لے آتا ہے۔ پہلے سوال اُبھارتا ہے پھر جواب فراہم کرتا ہے۔

قرآن اہل تذکرہ اور تفکر اور اصحاب احتیاط و تقویٰ کو وہ اصل سبق دیتا ہے جس کے لیے بڑی تیاریاں ہیں اور بڑا اہتمام ہے۔

آئیے اس مرکزی سبق کو قرآن سے اخذ کریں۔ وہ مختصر سا سبق یہ ہے:

اے انسانو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو

پیدا کیا۔ شاید کہ تم (پوری طرح) تقویٰ کیش بن سکو۔ (البقرہ - ۲۱)

یعنی غور و فکر کرنے والے (اولوالالباب) جب یہ حقیقت پالیں کہ یہاں نظم و تدبیر ہے، مقصد و غایت ہے، حسن و جمال ہے تو انہیں اس صداقت تک از خود پہنچنا چاہیے کہ یہ سارا سلسلہ وجود حکیمانہ قوانین پر مبنی ہے اور قانون کا وجود یہ پتہ دیتا ہے کہ کوئی قانون ساز اور کارپرداز ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ وہ اللہ ہے۔ وہی تمہارا رب ہے اور اس رب کے ساتھ تمہارے تعلق کی ایک ہی صورت عقل بھی درست ہے اور عمل بھی صحیح ہے کہ تم اس کے عبد بن کے رہو، مگر عبادت کسی جہزوی صورت میں مراد نہیں، یہاں پوری زندگی کا مصرف بیان ہوا ہے۔ اس کائنات میں دو ہی بڑے مناصب ہیں۔ ایک رب اور معبود ہونے کا، دوسرا بندہ اور

عبادت گزار ہونے کا۔ انسان بہر حال رب اور معبود نہیں ہے۔ اس کا منصب صرف دوسرا ہی منصب ہو سکتا ہے اور وہی ساری مخلوق کا مقام بھی ہے۔ وہ اپنی زندگی کے کسی بھی گوشے میں اور زمانے کے کسی بھی حقے میں عبادت کے مقام سے الگ نہیں ہو سکتا اور اس کے لیے کوئی امکان نہیں ہے کہ رب یا معبود کے مرتبے پر فائز ہو یا اس مرتبے میں رب کائنات کا حصہ دار ہو سکے۔

پوری زندگی کو خدا کی عبادت میں لگا دینا صرف اس صورت میں ممکن ہے (باقی برصغہ ۵۲)